دار الافتاء
فتوی نمبر ۱۳/۱۸۳۶

استفتاء

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ:

مثلاً ایک آدمی کی بھٹی ہوتی ہے، وہ کسی سے اس طرح زمین اجارہ پر لیتا ہے کہ ماہانہ یا سالانہ اجرت دیکر اس زمین سے مٹی نکالتا ہے، جس کے لیے لمبائی، چوڑائی اور گہرائی کے اعتبار سے حدود متعین ہوتی ہیں کہ ان حدود کے اندر اندر بھٹی والا (مستاجر) مٹی نکال کر اس سے مزدوروں کے ذریعے اینٹیں بنواتا ہے، کبھی کبھی اجارہ والی زمین کی مٹی کم پڑجاتی ہے تو ایسی صورت میں بھٹی والا کسی اور جگہ سے مٹی خرید کر لاتا ہے، اس مٹی کے ساتھ کچھ سرخ ریت بھی خرید کر شامل کی جاتی ہے، لیکن اس کی مقدار بہت ہی کم اور ہلکی سی ہوتی ہے، جب اینٹیں بن جاتی ہیں تو اس کے بعد انہیں بھٹی میں پکایا جاتا ہے، اور اس کے بعد انہیں فروخت کیا جاتا ہے۔

(۱) یہاں پہلا مسئلہ تو یہ ہے کہ بھٹی والوں کا مذکورہ بالا طریقے کے مطابق زمین اجارہ پر لینا کیسا ہے؟ اگر ناجائز ہے تو اس کی کوئی جائز صورت بتادیں، کیونکہ یہ معاملہ یہاں بہت کثرت سے ہو رہا ہے۔

(۲) دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ جب سال مکمل ہوتا ہے تو بھٹیوں والوں کے پاس مال مختلف شکل میں ہوتا ہے، مثلاً کچھ اینٹیں تو پکی ہوئی بالکل فروخت کے لیے تیار ہوتی ہیں، کچھ اینٹیں بھٹی ہی میں پکنے کے عمل میں ہوتی ہیں، کچھ بنی ہوئی ہوتی ہیں، لیکن کچی ہوتی ہیں، اور بقیہ مال صرف اجارہ پر لی ہوئی زمین کی مٹی یا خریدی ہوئی مٹی یا ریت کی شکل میں ہوتا ہے، اب کیا ان درج بالا ہر قسم کے مال پر زکوۃ واجب ہوگی، خواہ وہ اینٹ کی شکل میں ہو یا مٹی کی شکل میں وغیرہ؟

واضح رہے کہ بعض علاقوں میں پکنے سے قبل کچی اینٹوں کی بھی خرید و فروخت ہوتی ہے جو کہ بہت ہی کم لوگ خریدتے ہیں، لیکن اکثر صرف پکی ہوئی اینٹوں کی تجارت ہوتی ہے، نہ کہ کچی اینٹوں کی، اسی طرح بھٹیوں والے بھی ضرورت کے وقت ایک دوسرے پر کچی اینٹیں فروخت کرتے ہیں۔

شاد محمد مانسہروی
فاضل و متخصص جامعہ دارالعلوم کراچی
خادم دارالافتاء مرکز الجلیل الاسلامی اسلام آباد
۰۳۴۴-۳۸۸۳۶۵۳
Shadkhan۶۵۳@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجواب حامداًومصلیاً

(۱)۔۔۔ سوال میں مذکورہ عقد کی جو صورت بیان کی گئی ہے، معنیً یہ بیع کے حکم میں ہے الأن العبرة فی العقود للمعانی لا للألفاظ کیونکہ اِس میں بیع کی تمام شرائط وارکان موجود ہیں۔ اِس لیے مذکورہ عقد جائز ہے۔ جبکہ جگہ کی حدود اور اسکے عوض کی رقم متعین ہو اور باعثِ نزاع نہ ہو۔

الدر المختار (6/ 94)

(استأجر شاة لإرضاع ولده أو جدية لم يجز) لعدم العرف.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6/ 94)

(قوله لعدم العرف) ولأنها وقعت على إتلاف العين، وقد مر في إجارة الظئر في باب الإجارة الفاسدة......(قوله بشروط الإجارة) أما ما يفعلونه في هذه الأزمان حيث يضمنها من له ولايتها لرجل بمال معلوم ليكون له خراج مقاسمتها ونحوه فهو باطل، إذ لا يصح إجارة لوقوعه على إتلاف الأعيان قصدا ولا بيعا؛ لأنه معدوم كما بينه في الخيرية.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6/ 53)

(قوله لتعامل الناس) علة للجواز وهذا استحسان؛ لأنها ترد على استهلاك العين وهو اللبن......(قوله بخلاف بقية الحيوانات) أي بخلاف استئجارها للإرضاع:

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6/ 63)

[مطلب في استئجار الماء مع القناة واستئجار الآجام والحياض للسمك]

(قوله والنهر) هو مجرى الماء (قوله مع الماء) أي تبعا.

قال في كتاب الشرب من البزازية: لم تصح إجارة الشرب لوقوع الإجارة على استهلاك العين مقصودا إلا إذا آجر أو باع مع الأرض فحينئذ يجوز تبعا.

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (6/ 63)

مطلب الإجارة إذا وقعت على العين لا تصح والحيلة فيه:

وذكر هنا الإجارة إذا وقعت على العين لا تصح، فلا تجوز على استئجار الآجام والحياض لصيد السمك أو رفع القصب وقطع الحطب أو لسقي أرضها أو لغنمه منها، وكذا إجارة المرعى. والحيلة في الكل أن يستأجر موضعا معلوما لعطن الماشية ويبيح الماء والمرعى.

الفتاوى الهندية (4/ 453)

في العيون إذا استأجر أرضا ليلبن فيها فالإجارة فاسدة لأنها وقعت على العين واللبن كله للباني وعليه قيمة التراب إن كان له ثمة قيمة وأجر مثل الأرض، وإن لم يكن للتراب قيمة في ذلك الموضع أو كان في رفع التراب منفعة للأرض فلا شيء عليه، كذا في الذخيرة.

وإن انتقصت الأرض ضمن نقصانها ويدخل أجر المثل في نقصانها وإلا فلا شيء عليه. كذا في الوجيز للكردري.

دارالافتاء

(۲)۔۔۔زکوۃ مالِ تجارت پر واجب ہوتی ہے، یہ مالِ تجارت چاہے جس شکل میں بھی ہو، بشرطیکہ زکوۃ کی دیگر شرائط اس میں پائی جارہی ہوں۔ لہذا صورتِ مسئولہ میں اگر بھٹی والے نے مٹی خریدتے وقت یہ نیت کی تھی کہ اِس مٹی سے اینٹیں بناکر فروخت کرے گا تو اس صورت میں تمام اینٹوں پر خواہ وہ پکی ہوں یا کچی اسی طرح خریدی ہوئی خام مٹی پر زکوۃ واجب ہے۔ البتہ جو چیز خریدی نہ گئی ہو یا خریدی گئی ہو مگر اُسے خریدتے وقت آگے بیچنے کی نیت نہ ہو تو اس پر زکوۃ فرض نہیں ہوگی۔ مثلاً کوئلہ جو بھٹی دہکانے کے لیے خریدا گیا ہو، اینٹوں کے سانچے، اور زمین سے مٹی نکالنے اور منتقل کرنے کے آلات وغیرہ ان کی مالیت پر زکوۃ فرض نہیں ہے

بدائع الصنائع، دارالكتب العلمية (2/ 11)

ثم نية التجارة قد تكون صريحا وقد تكون دلالة أما الصريح فهو أن ينوي عند عقد التجارة أن يكون المملوك به للتجارة بأن اشترى سلعة ونوى أن تكون للتجارة عند الشراء فتصير للتجارة سواء كان الثمن الذي اشتراها به من الأثمان المطلقة أو من عروض التجارة أو مال البذلة والمهنة أو أجر داره بعرض بنية التجارة فيصير ذلك مال التجارة لوجود صريح نية التجارة مقارنا لعقد التجارة.

الدر المختار (2/ 259)

(وسببه) أي سبب افتراضها (ملك نصاب حولي) نسبة للحول لحولانه عليه (تام) بالرفع صفة ملك، خرج مال المكاتب. أقول: إنه خرج باشتراط الحرية على أن المطلق ينصرف للكامل، ودخل ما ملك بسبب خبيث كمغصوب خلطه إذا كان له غيره منفصل عنه يوفي دينه.

الدر المختار (2/ 265)

وكذلك آلات المحترفين إلا ما يبقى أثر عينه

حاشية ابن عابدين (رد المحتار) (2/ 265)

(قوله: وكذلك آلات المحترفين) أي سواء كانت مما لا تستهلك عينه في الانتفاع كالقدوم والمبرد أو تستهلك، لكن هذا منه ما لا يبقى أثر عينه، كصابون وحرض الغسال، ومنه ما يبقى كعصفر وزعفران لصباغ ودهن وعفص لدباغ فلا زكاة في الأولين لأن ما يأخذه من الأجرة بمقابلة العمل.

والله تعالى اعلم بالصواب

نعمان علی خان

١٦/محرم الحرام/١٤٣٨ھ

١٨/اکتوبر/٢٠١٦ء

الجواب صحیح

احقر محمود اشرف غفر الله

١٦/١/١٤٣٨ھ

مفتی

الجواب صحیح

١٦/١/١٤٣٨ھ

الجواب صحیح

١٦/١/١٤٣٨ھ

دار الافتاء

الجواب صحیح

١٧/١/١٤٣٨ھ